مقامِ اُور

سرزمین دجلہ و فرات کو تاریخ میں ایک خاص اہمیت حاصل ہے بلکہ یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ تہذیب و تمدن نے اسی سرزمین میں جنم لیا۔ اور یہیں سے اس کا نور ساری دنیا میں پھیلا۔ تاریخ تمدن کا ہر طالب علم اس سرزمین سے دو شہروں، بابل اور نینوا کی قدامت سے واقف ہے لیکن قدامت و عظمت کے لحاظ سے ایک اور شہر ان سے بھی ممتاز ہے۔ اور وہ کلدانیوں کا شہر اُور ہے جو جنوبی عراق میں دریائے فرات کے کنارے آباد تھا۔ اس کا محلِ وقوع وہ مقام تھا۔ جو آج کل تل العبید کے نام سے مشہور ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ظہور اسی شہر میں ہوا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام پہلے جلیل القدر نبی ہیں جنہیں اللہ تعالےٰ نے اسلام کی عالمگیر دعوت پھیلانے کے لیے مقرر کیا تھا۔ اور انہوں نے اس مقدس کام کو سرانجام دینے کے لیے ایسی سرگرمی، خلوص، اور ایثار و قربانی کا ثبوت دیا، کہ اللہ تعالےٰ نے انہیں دنیا کی امامت کے منصب پر سرفراز فرمایا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے کام کی عظمت کا صحیح اندازہ لگانے کے لیے ضروری ہے کہ پہلے عہدِ ابراہیمی میں اُور کے لوگوں کی مذہبی اور تمدنی حالت پر ایک نظر ڈال لی جائے۔ اثری تحقیق و تنقیب کے ذریعے جس قدر آثار و کتبات روشنی میں آچکے ہیں۔ ان سے اُور کے باشندوں کے عقائد و اعمال کے بہت گوشے واضح ہو چکے ہیں۔ اب تک علماء کی تحقیق کے نتائج کا خلاصہ حسبِ ذیل ہے۔

اندازہ لگایا گیا ہے کہ سنہ ۲۱۰۰ قبل مسیح کے لگ بھگ، جسے آپ تمام طور پر محققین، حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کے ظہور کا زمانہ تسلیم کرتے ہیں۔ شہر اُور کی آبادی ڈھائی لاکھ کے قریب تھی۔ اور بعید نہیں کہ پانچ لاکھ ہو۔ بڑا صنعتی اور تجارتی مرکز تھا۔ ایک طرف پامیر اور نیلگری تک سے وہاں مال آتا تھا اور دوسری طرف اناطولیہ تک سے اس کے تجارتی تعلقات تھے۔ جس ریاست کا یہ صدر مقام تھا، اس کے حدود موجودہ حکومت عراق۔ سے شمال میں کچھ کم اور مغرب میں کچھ زیادہ تھے۔ ملک کی آبادی بیشتر صنعت و تجارت پیشہ تھی۔ اس عہد کی جو تحریرات آثارِ قدیمہ کے کھنڈروں میں دستیاب ہوئی ہیں۔ ان

سے معلوم ہوتا ہے کہ زندگی میں ان لوگوں کا نقطۂ نظر خالص مادہ پرستانہ تھا۔ دولت کمانا اور زیادہ سے زیادہ آسائش فراہم کرنا ان کا سب سے بڑا مقصدِ حیات تھا۔ سود خواری کثرت سے پھیلی ہوئی تھی۔ اپنے خداؤں سے ان کی دعائیں زیادہ تر درازیٔ عمر، خوش حالی اور کاروباری ترقی سے متعلق ہوا کرتی تھیں۔ آبادی تین طبقوں پر مشتمل تھی۔ عمیلو، یہ اونچے طبقے کے لوگ تھے۔ جن میں پجاری، حکومت کے عہدہ دار اور فوجی افسر وغیرہ شامل تھے۔ مشکینو، یہ تجار، اہلِ صنعت اور زراعت پیشہ لوگ تھے۔ اردو، یعنی غلام، ان میں سے پہلے طبقہ یعنی عمیلو کو خاص امتیازات حاصل تھے۔ اُن کے فوجداری اور دیوانی حقوق دوسروں سے مختلف تھے۔ اور ان کے جان و مال کی قیمت دوسروں سے بڑھ کر تھی۔

اُور کے کتبات میں تقریباً پانچ ہزار خداؤں کے نام ملتے ہیں۔ ملک کے مختلف شہروں کے الگ الگ خدا تھے۔ ہر شہر کا ایک خاص محافظ ہوتا تھا۔ جو رب العلاء سمجھا جاتا تھا۔ اور اس کا احترام دوسرے معبودوں سے زیادہ ہوتا تھا۔ اُور کا رب العلاء، مہادیو، یا رئیس الالٰہ، ننّار (چاند دیوتا تھا)، اور اسی مناسبت سے بعد کے لوگوں نے اس شہر کا نام قمرینہ بھی لکھا ہے۔ دوسرا بڑا شہر لرسہ تھا۔ جو بعد میں اُور کے بجائے مرکزِ سلطنت ہوا۔ اس کا رب الپلاشماش (سورج دیوتا) تھا ان بڑے خداؤں کے ماتحت بہت سے چھوٹے خدا بھی تھے۔ جو زیادہ تر آسمانی تاروں اور سیاروں میں سے اور کمتر زمین سے منتخب کئے گئے تھے۔ اور لوگ اپنی مختلف فردی ضروریات ان سے متعلق سمجھتے تھے۔ ان آسمانی اور زمینی دیوتاؤں اور دیویوں کی شبیہیں بتوں کی شکل میں بنائی گئی تھیں اور تمام مراسم عبادت انہی کے آگے بجالائے جاتے تھے۔ ننّار کا بت، اُور میں سب سے اونچی پہاڑی پر ایک عالی شان عمارت میں نصب تھا۔ اسی کے قریب ننّار کی بیوی نن گل کا معبد تھا۔ ننّار کے معبد کی شان ایک شاہی محل سرا کی سی تھی۔ اس کی خواب گاہ میں روزانہ رات کو ایک پجارن جاکر اس کی دلہن بنتی تھی۔ مندر میں بہ کثرت عورتیں دیوتا کے نام پر وقف تھیں۔ اور ان کی حیثیت دیوداسیوں کی سی تھی۔ وہ عورت بڑی معزز خیال کی جاتی تھی۔ جو خدا کے نام پر اپنی بکارت قربان کردے۔ اور کم از کم ایک مرتبہ اپنے آپ کو راہِ خدا میں کسی اجنبی کے حوالے کرنا عورت کے لیے ذریعہ نجات خیال کیا جاتا تھا۔ اب یہ بیان کرنا کچھ ضروری نہیں کہ مذہبی قحبہ گری سے مستفید ہونے والے زیادہ تر پجاری حضرات ہی ہوتے تھے۔

ننّار محض دیوتا ہی نہ تھا۔ بلکہ ملک کا سب سے بڑا زمیندار، سب سے بڑا تاجر، سب سے بڑا کارخانہ دار اور ملک کی سیاسی زندگی کا سب سے بڑا حاکم بھی تھا۔ بہ کثرت باغ، مکانات اور زمینیں

اس کے مندر کے لیے وقف تھیں۔ اور ان کے حاصلات کے علاوہ کسان، زمیندار، تجار، سب ہر قسم کے غلے، دودھ، سونا، کپڑا، اور دوسری چیزیں لاکر مندر میں نذر بھی کرتے تھے۔ جنہیں وصول کرنے کے لیے معبد میں ایک بہت بڑا اسٹاف موجود تھا۔ بہت سے کارخانے مندر کے ماتحت قائم تھے۔ تجارتی کاروبار بھی بہت بڑے پیمانے پر مندر کی طرف سے ہوتا تھا۔ اور یہ دونوں کام دیوتا کی نیابت میں پجاری ہی انجام دیتے تھے۔ پھر ملک کی سب سے بڑی عدالت مندر ہی میں تھی پجاری اس کے جج تھے اور ان کے فیصلے خدا کے فیصلے سمجھے جاتے تھے۔ خود شاہی خاندان کی حاکمیت بھی ننّار ہی سے ماخوذ تھی۔ اصل بادشاہ ننّار تھا۔ اور فرمانروائے ملک اس کی طرف سے حکومت کرتا تھا۔ اور اس تعلق سے بادشاہ خود بھی معبودوں میں شامل ہو جاتا تھا۔ اور خداؤں کی مانند اس کی پرستش کی جاتی تھی۔

اُر کا شاہی خاندان جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ میں حکمراں تھا، اس کے بانی اول کا نام اُرنمو تھا۔ جس نے سنہ ۲۳۰۰ قبل مسیح میں ایک وسیع سلطنت قائم کی تھی۔ اس کے حدودِ مملکت مشرق میں سوسہ سے لے کر مغرب میں لبنان تک پھیلے ہوئے تھے۔ اسی سے اس خاندان کو نمّو کا نام ملا جو عربی میں جاکر نمرود ہو گیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ہجرت کے بعد اس قوم پر مسلسل تباہی نازل ہونی شروع ہوئی۔ پہلے ایلامیوں نے اُر کو تباہ کیا اور نمرود کو ننّار سمیت پکڑ لے گئے۔ پھر لرسہ میں ایک ایلامی حکومت قائم ہوئی جس کے ماتحت اُر کا علاقہ غلام کی حیثیت سے رہا۔ آخر کار ایک عربی النسل خاندان کے ماتحت بابل نے زور پکڑا۔ اور لرسہ اور اُر دونوں اس کے زیر حکم ہو گئے، ان تباہیوں نے ننّار کے ساتھ اُر کے لوگوں کا عقیدہ متزلزل کر دیا۔ کیونکہ وہ اُن کی حفاظت نہ کر

اب تاریخ کی اثری تحقیقات کے یہ نتائج اگر صحیح ہیں تو ان سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم میں شرک محض ایک مذہبی عقیدہ اور بت پرستانہ عبادت کا مجموعہ ہی نہ تھا۔ بلکہ درحقیقت اس قوم کی پوری معاشرتی زندگی کا نظام اسی عقیدے پر مبنی تھا۔ اور اس کے مقابلہ میں توحید کی جو دعوت، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دی، اس کا اثر صرف بتوں کی پرستش ہی پر نہ پڑتا تھا۔ بلکہ شاہی خاندان کی معبودیت اور حاکمیت، پجاریوں اور اونچے طبقوں کی معاشرتی، معاشی اور سیاسی تمدنی حیثیت اور پورے ملک کی اجتماعی زندگی اس کی زد میں آجاتی ہے۔ اس دعوت کو قبول کرنے کے معنیٰ یہ تھے کہ نیچے سے اوپر تک ساری سوسائٹی کی عمارت اُدھیڑ ڈالی جائے اور اُسے ازسرِنو توحید الٰہ کی بنیاد پر تعمیر کیا جائے۔ اسی لیے ابراہیم

علیہ السلام کی آواز بلند ہوتے ہی عوام اور خاص، پجاری اور نمرود سب کے سب بیک وقت اس کو دبانے کے لیے کھڑے ہو گئے۔

قربانی کے مسائل:۔ ۱: حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ۔ ذی الحجہ کی دسویں تاریخ یعنی عیدالاضحیٰ کے دن فرزند آدم کا کوئی عمل اللہ کو قربانی سے زیادہ محبوب نہیں اور قربانی کا جانور قیامت کے دن اپنے سینگوں، بالوں اور کھروں کے ساتھ زندہ ہو کر آئے گا اور قربانی کا خون زمین پر گرنے سے پہلے اللہ تعالےٰ کی رضا اور مقبولیت کے مقام پر پہنچ جاتا ہے پس اے خدا کے بندو دل کی پوری خوشی سے قربانیاں کیا کرو۔ (جامع ترمذی، سنن ابن ماجہ)

۲ء حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض اصحابؓ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! ان قربانیوں کی کیا حقیقت اور کیا تاریخ ہے: آپ نے فرمایا: یہ تمہارے (روحانی اور نسلی) مورث حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے (یعنی سب سے پہلے ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کا حکم دیا گیا۔ اور وہ کیا کرتے تھے۔ ان کی اس سنت اور قربانی کے اس عمل کی پیروی کا حکم مجھ کو اور میری امت کو دیا گیا ہے۔) ان صحابہؓ نے عرض کیا پھر ہمارے لیے یا رسول اللہ ان قربانیوں کا کیا اجر ہے؟ آپؐ نے فرمایا۔ قربانی کے جانور کے ہر ہر بال کے عوض ایک نیکی۔ انہوں نے عرض کیا تو کیا اُون کا بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! (اس سوال کا مطلب تھا کہ بھیڑ، دنبہ، مینڈھا، اونٹ جیسے جانور جن کی کھال پر گائے، بیل یا بکری کی طرح کے بال نہیں ہوتے بلکہ اُون ہوتا ہے۔ اور یقیناً ان میں سے ایک ایک جانور کی کھال پر لاکھوں یا کروڑوں بال ہوتے ہیں۔ تو کیا ان اون والے جانوروں کی قربانی کا ثواب بھی "ہر ہر بال کے عوض ایک نیکی کی شرح سے ملے گا؟) آپ نے فرمایا: ہاں! اون (یعنی) اُون والے جانور کی قربانی کا اجر بھی اسی شرح اور اسی حساب سے ملے گا کہ اس کے بھی ہر بال کے عوض ایک نیکی (مسند احمد، سنن ابن ماجہ)

۳ء حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیاہی سفیدی مائل رنگ کے سینگوں والے دو مینڈھوں کی قربانی کی، اپنے دست مبارک سے ان کو ذبح کیا اور ذبح کرتے وقت "بسم اللہ اللہ اکبر" پڑھا۔ میں نے دیکھا کہ اس وقت آپ اپنا پاؤں ان کے پہلو پر رکھے ہوئے تھے اور زبان سے "بسم اللہ اللہ اکبر" کہتے جاتے تھے "صحیح بخاری و صحیح مسلم"

۴ء حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قربانی کے دن یعنی عید قربان کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیاہی وسفیدی مائل سینگوں والے دو خصی مینڈھوں کی قربانی کی۔ جب آپ نے ان کا رخ

صیحح یعنی قبلہ کی طرف کر دیا تو یہ دعا پڑھی - اِنِّی وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ ..... اَللّٰهُمَّ مِنْكَ وَلَكَ عَنْ مُحَمَّدٍ وَ اُمَّتِهٖ بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ " (میں نے اپنا رخ اُس اللہ کی طرف کر دیا جس نے زمین و آسمان کو پیدا کیا ہے - طریقے پر ابراہیمؑ کے ہر طرف سے یکسو ہو کر اور میں شرک والوں میں سے نہیں ہوں، میری نماز عبادت اور میری قربانی اور میرا جلینا اور مرنا اللہ رب العالمین کے لیے ہے - اس کا کوئی شریک ساجھی نہیں اور مجھے اسی کا علم ہے اور میں حکم ماننے والوں میں ہوں ۔ اے میرے اللہ یہ قربانی تیری ہی طرف سے اور تیری ہی توفیق سے ہے اور تیرے ہی واسطے ہے، تیرے بندے محمد کی اور اس کی اُمت کی جانب سے بسم اللہ واللہ اکبر یہ دُعا پڑھ کر آپ نے مینڈھے پر چھری چلائی اور اس کو ذبح کیا ۔ (مسند احمد، سنن ابی داؤد، سنن ابن ماجہ، سنن دارمی)

اور مسند احمد و سنن ابی داؤد اور جامع ترمذی کی اس حدیث کی ایک دوسری روایت میں آخری حصہ اس طرح ہے کہ آپ نے " اَللّٰهُمَّ مِنْكَ وَلَكَ " کہنے کے بعد اپنے ہاتھ سے ذبح کیا، اور زبان سے کہا ۔ بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ ۔ (اے اللہ ! یہ میری جانب سے اور میرے ان اُمتیوں کی جانب سے جنہوں نے قربانی نہ کی ہو ،

تشریح :- قربانی کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اللہ تعالیٰ سے یہ عرض کرنا کہ میری جانب سے اور میری امت کی جانب سے یا میرے ان امتیوں کی جانب سے جنہوں نے قربانی نہیں کی - ظاہر ہے کہ یہ امت کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تنہا شفقت و رافت ہے ۔ لیکن ملحوظ رہے کہ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ آپ نے ساری امت کی طرف سے یا قربانی نہ کرنے والے امتیوں کی طرف سے قربانی کر دی اور سب کی طرف سے ادا ہوگئی ۔ بلکہ اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ اے اللہ! اس کے ثواب میں میرے ساتھ میرے امتیوں کو بھی شریک فرما ۔ ثواب میں شرکت اور چیز ہے اور قربانی کا ادا ہو جانا دوسری چیز ہے ۔

۵ :- حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ قربانی میں کیسے جانوروں سے پرہیز کیا جائے ۔ (یعنی وہ کیا عیوب اور خرابیاں ہیں جن کی وجہ سے جانور قربانی کے قابل نہیں رہتا ۔) آپ نے ہاتھ سے اشارہ فرمایا اور بتایا کہ چار (یعنی چار عیوب اور نقائص ایسے ہیں کہ ان میں سے کوئی عیب و نقص اگر جانور میں پایا جائے تو وہ قربانی کے قابل نہیں رہتا) ایک ایسا لنگڑا جانور جس کا لنگڑا پن بہت کھلا ہوا ہو ۔ (کہ اس کی وجہ سے اس کو چلنا بھی مشکل ہو دوسرے وہ جس کی ایک آنکھ خراب ہوگئی ہو - اور وہ خرابی بالکل نمایاں ہو ۔ تیسرے وہ جو بہت بیمار

باقی صفحہ ۳۴ پر